مسلمانانِ ہند کا تعلیمی مسئلہ

ماضی حال مستقبل

از

مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ

ناشر

الاحسان اکیڈمی بہرائچ

سلسلہ برقی اشاعت الاحسان اکیڈمی بہرائچ ۲

کتاب: مسلمان ہند کا تعلیمی مسئلہ

مصنف: مولانا محفوظ الرحمٰن نامی

مرتب: وصی اللہ قاسمی

صفحات: ۲۴

سن اشاعت: ستمبر ۲۰۲۰ء

نوعیت اشاعت: آن لائن

کمپوزنگ: وصی اللہ قاسمی

ناشر: الاحسان اکیڈمی بہرائچ

Musalmanan-E-Hind ka Taleemi Masla

By: Maulana Mahfooz Ur Rahman Nami

Edition: September 2020
Pages: 24
Compiled: Wasi Ullah Qasmi
Composing: Wasi Ullah Qasmi
Publisher: Al-Ehsan Academy Bahraich

فہرست

ابتدائیہ

حضرت مولانا محمد محفوظ الرحمن نامیؒ (۱۹۱۱ء-۱۹۶۳ء) جید الاستعداد عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں بھی مہارت رکھتے تھے، کچھ عرصے تک یوپی میں وزارت تعلیم کے سکریٹری بھی رہے، آپ کے اسی علوم دینیہ و عصریہ کے حسین امتزاج کی بناپر دینی و علمی مجلسوں میں آپ کی شرکت سند سمجھی جاتی تھی، اور آپ کی تحریریں علمی حلقے میں وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں، چنانچہ ماہنامہ البلاغ ممبئی نے اپنا تعلیمی نمبر نکالا تو البلاغ کے ادارہ تحریر نے حضرت والا سے "**مسلمانان ہند کا تعلیمی مسئلہ**" کے عنوان پر مضمون لکھنے کی درخواست کی، حضرتِ والا نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے مذکرہ عنوان پر بیش قیمتی مضمون تحریر فرمایا جو البلاغ ممبئی کے تعلیمی نمبر (دسمبر ۱۹۵۴ء تا فروری ۱۹۵۵ء) میں صفحہ نمبر ۱۶۹ تا ۱۷۷ پر شائع ہوا، مضمون میں حضرت والا نے صرف مسائل ذکر نہیں کیے بلکہ ان کے حل بھی پیش فرمائے ہیں، اور بیش قیمتی تجاویز پیش فرمائیں ہیں، وہ تجاویز اس قدر اہم ہیں کہ اگر ان پر عمل درآمد کیا جائے تو بقول مولانا نامی مرحوم کے "اگر ان پر عمل کیا گیا تو نہ صرف یہ کہ ہمارا صد سالہ تعلیمی نظام محفوظ ہو جائے گا بلکہ خدائی رحمت سے امید ہے کہ اس کی افادیت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔" [البلاغ ممبئی، تعلیمی نمبر، ص ۱۷۳]

مضمون آج سے پینسٹھ سال قبل ۱۹۵۵ء میں لکھا گیا تھا، مگر اس کی افادیت ونافعیت آج بھی باقی ہے، چونکہ ماہنامہ البلاغ کے اس شمارے تک ہر کسی کی رسائی ممکن نہیں، اس لیے اس کی کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ علیحدہ کتابچہ کی شکل میں جدید اشاعت کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ کتابچہ کا برقی ایڈیشن الاحسان اکیڈمی بہرائچ کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔

وصی اللہ قاسمی

قاضی پورہ بہرائچ

۱۸ ستمبر ۲۰۲۰ء

بروز جمعہ

تمہید

مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ جتنا پیچیدہ ہے اتنا کسی اور قوم کا نہیں، اوروں کے پیشِ نظر محض مادی ترقیاں اور دنیاوی عیش و عشرت کی بہاریں ہیں، لہٰذا ان کے لیے ایسا نظامِ تعلیم بآسانی تیار کیا جا سکتا ہے، جس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹی جائے، خوش حالی حاصل کی جائے، سامانِ عیش و تفریح کو اہم کیا جائے اور دنیاوی عزت و اقتدار کے بلند مقام پر پہنچا جائے۔ مگر مسلمان اپنے اسلامی نصب العین اور اپنے ملی منصب کی بنا پر دنیا کمانے کی حد تک اپنی نگاہ محدود نہیں کر سکتا، اس کو دنیا کی چند روزہ بہار سے بھی لطف اٹھانا ہے، اور ساتھ آخرت کی حیات پر بہار کو بہار بنانا ہے، دنیا میں رہ کر ایک طرف اپنے اور اپنے خاندان کے معاش کا سامان بھی کرنا ہے، تو دوسری طرف نیکیاں پھیلا کر اور برائیوں کو مٹا کر پورے عالمِ اسلام کی خدمت کا کرنا ہے۔

انھیں خصوصیات اور گونا گوں ذمہ داریوں کی بنا پر مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ بہت پیچیدہ اور اس کا حل بہت دقت طلب ہے، کیوں کہ تعلیم ہی کے ذریعہ ایک طرف سچی ایمانی زندگی اور اعلیٰ اسلامی سیرت پیدا ہوتی ہے. تو دوسری طرف اسی سے معاشی مسائل بھی حل ہوتے ہیں، مزید یہ کہ ہمیں تعلیم ہی سے مسلمانوں کی بے لوث خدمت کا جذبہ ابھار کر عالمِ اسلام کی خدمت کرنا ہے ضرورت اس کی تھی کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی جاتی اور اس کے ہر پہلو پر پوری روشنی ڈالی جاتی اور اس کے ہر پہلو پر پوری روشنی ڈالی جاتی مگر نہ اس کے لیے وقت ہے اور نہ یہ مختصر مضمون

تفصیل کے لیے کافی ہے، اس لیے اس سلسلے میں چند سرسری اشارے کیے جاتے ہیں، جن سے اجمالی طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ ماضی میں مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ کیسے حل کیا گیا، اب صورت حال کیا ہے؟ اور آئندہ کیا کرنا ہے؟

ماضی

یہاں مجھے ہندوستان کی ہزار سالہ تاریخ کے صفحات نہیں الٹنے ہیں، بلکہ مسلمانوں کی حکومت کے بعد انگریزی حکومت کے دور میں مسلمانوں کی تعلیم کا کیا نظام تھا؟ اسی کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ہے، ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی حکومت کے قدم ہندوستان میں پوری طرح جم گئے اور مسلمانوں کی حاکمانہ حیثیت بالکل ختم ہو گئی، تو مسلمانوں کو نئی زندگی کا داعیہ پیدا ہوا اس سلسلے میں قومی مصلحوں اور ملی معماروں کے تین گروہ اٹھ کھڑے ہوئے، اور اپنی اپنی صوابدید کے مطابق انھوں نے جد وجہد کا آغاز کر دیا۔

تین تعلیمی گروہ

<u>پہلا گروہ:</u> پہلا گروہ جو علماء ربانیین کا تھا، جنھوں نے علم دین کی نشو و نما، بقا اور اشاعت کے لیے عربی مدارس اور اسلامی مکاتب کا سلسلہ شروع کیا، اس مرحلہ میں سب سے زیادہ نمایاں خدمت حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابر دیوبند نے انجام دی کہ انھوں نے

دیوبند، سہارنپور، دہلی، مرادآباد وغیرہ میں عربی مدارس کی بنیاد رکھی، اور ان کے لیے ایسی جدوجہد کی کہ صرف ۱۵-۲۰ سال کے عرصے میں دُرّہ خیبر سے برما تک اور نیپال کی ترائی سے ساحل مالابار تک ہر طرف علم دین کے چشمے جاری ہو گئے اور ہندوستان کا گوشہ گوشہ قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں سے گونج اٹھا۔

<u>دوسرا گروہ:</u> دوسرا گروہ قومی رہبروں اور مصلحوں کا تھا، جنہوں نے انگریزی زبان اور علوم جدیدہ کی ضرورت کا شدید احساس کر کے اسلامیہ اسکول اور اسلامیہ کالجوں کے قیام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا، اس گروہ کی کامیاب رہنمائی جناب سر سید احمد خان مرحوم نے کی، ان کی محنت اور قربانیوں کا یہ ثمرہ ہے تھا کہ سارے ملک میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا جال پھیل گیا اور آج جو ہندوستان میں لاکھوں گریجویٹ، وکلاء، بیرسٹر انجینیئر، ڈاکٹر اور اعلی حکام دکھائی دے رہے ہیں وہ اسی تحریک کا فیض ہے، جس کے رہنما سر سید احمد خاں مرحوم اور ان کے رفقاء تھے۔

<u>تیسرا گروہ:</u> تیسرا گروہ دینی مبلغوں اور معاشرتی اور اخلاقی مصلحوں کا تھا، جنھوں نے جابجا اپنے اپنے ذوق کے مطابق تبلیغی انجمنیں اور خانقاہیں قائم کیں، تبلیغی انجمنوں نے لٹریچر اور مجالس، پند و مواعظ کے ذریعے اپنے دائرے میں معاشرتی اصلاح بھی کی اور علوم کی اشاعت بھی کی، عام مسلمانوں کو مجالس و مواعظ کے ذریعے قرآنی احکام فرائض، احادیث نبوی، اور دینی مسائل

معلوم ہوئے، اور انجمنوں ہی کی توجہ سے ہزاروں مکتب اور اسکول قائم ہوئے جن میں لاکھوں مسلمانوں کی روحانی تربیت اور اخلاقی اصلاح ہوئی اور ان میں ہزاروں ایسے نکلے جنھوں نے اپنی اپنی توجہ سے دینی تعلیم کے زبردست مراکز قائم کئے۔

سرکاری مدارس: بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ماضی کے تذکرے میں انگریزی حکومت کی ان مساعی کو نظرانداز کر دیا جائے جو اس نے مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کیں، مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے اس وقت کی گورنمنٹ نے اسلامیہ اسکولوں اور اسلامیہ مکاتب کا جال پورے ملک میں پھیلا دیا، ان کے لیے کافی رقمیں بجٹ میں رکھی جاتی تھیں، ان کے دیکھ بھال کے لیے ہر ضلع میں اسلامیہ مکتب کمیٹی قائم تھی، محمڈن اسکول کے معائنہ کے لیے کافی افسران مقرر کیے جاتے تھے، ان اسکولوں میں زبانِ تعلیم اردو تھی اور مکاتب میں مذہبی تعلیم کو کافی اہمیت دی جاتی تھی، عام. مسلمانوں نے زیادہ تر انھیں اسلامیہ مکاتب سے فائدہ اٹھایا ہے اور بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ۸۰ فیصد مسلمانوں میں نوشت وخواند کا ذوق اور مذہبی باتوں کا علم ان ہی مکاتب و مدارس کے ذریعے ہوا۔

الغرض ماضی کے اس دور میں جسے ہم دورِ غلامی سے یاد کرتے ہیں، رسالہ.... اور ملت کے بالغ نظر رہنماؤں کی مخلصانہ جد وجہد سے تعلیمی میدان میں ہندوستان کے تمام ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں پر سبقت لے گئے، دارالعلوم دیوبند، یونیورسٹی علی گڑھ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ،

جامعہ ملیہ دہلی، دارالمصنفین اعظم گڑھ اسی دور ماضی کی یادگار ہیں، جو اپنی گوناگوں خصوصیات کی بناپر علمی دنیا میں آج بھی بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔

حال

جب ملک کی تقسیم کی وجہ سے مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر نہایت برے اور حد درجہ ناگوار اثرات پڑے تو ان کے ہر قسم کے تعلیمی نظام اور تعلیمی اداروں کی حیثیت اور حالت پہلے جیسی نہ رہی، اور اب تو مختلف وجوہ واسباب کی بناپر اسلامی اور مسلم اداروں کی حالت اتنی ابتر ہوتی جارہی ہے کہ مستقبل نہایت تاریک نظر آرہا ہے، اگر سرسری طور پر اپنے ہر شعبہ تعلیم کا جائزہ لیتے چلیں تو بہتر ہے۔

عربی مدرسے: جن عربی مدارس کا قیام ابھی جلد ہی ہوا ہے اور مخیر مسلمانوں نے تازہ ولولے کے ساتھ اپنی جد وجہد کا آغاز کیا ہے ان کا حال کچھ بہتر ہو تو ہو، ورنہ ہمارے پرانے مدرسے عموماً بڑی تیزی سے روبہ زوال ہیں، اور کتنے تو ختم ہو چکے ہیں، زوال کے وجوہ واسباب بالکل عیاں ہیں، بڑی وجہ ان کی مالی کمزوری ہے، مسلمان خود سخت معاشی مشکلات سے دوچار ہیں، تو وہ خیرات و زکوٰۃ کہاں سے دیں، زمینداری ختم ہونے سے اور تجارت پیشہ کاروبار کی ابتری کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ پہلے کی طرح امداد کر سکے، علاوہ بریں عربی مدارس کے طلبہ کی تعداد روزبروز

گھٹتی جارہی ہے، تقسیم سے پہلے ہمارے مدارس میں بیرونی ممالک اور دوسرے صوبوں کے طلبہ کی کثرت رہتی تھی، لیکن تقسیم ہوتے ہی بخارا، چین ترکستان، افغانستان، سندھ، سرحد، پنجاب کے طلبہ کا آنا بند ہو گیا، پرمٹ سسٹم جاری ہونے کے بعد مشرقی پاکستان کے طلبہ کی تعداد میں روز بروز نمایاں کمی ہوتی گئی، ان دونوں وجہوں کے علاوہ زوال کی ایک بہت بڑی وجہ معیار تعلیم کی پستی اور طلبہ کی بے التفاتی ہے، آپ عربی مدارس سے کا کچھ بھی تجربہ رکھتے ہیں، اس کے تسلیم کر لینے میں ذرا تامل نہ ہوگا کہ اب عربی مدارس سے ایسے فارغ التحصیل ہو کر نکل رہے ہیں جو عربی کتابوں کی صحیح عبارت بہ مشکل پڑھ سکیں ہیں، پھر یہی حضرات ہیں کہ فارغ ہوتے ہی مسند درس پہ متمکن ہو جاتے ہیں، ایسے اساتذہ کے جتنے طلبا ہوں گے ان کا اندازہ مشکل نہیں ہے۔

اسلامیہ اسکول و کالجز: اسلامیہ اسکول اور کالجوں کی ابتری کا حال ان اداروں کے منتظمین یا اساتذہ سے پوچھیے جنھیں کئی کئی ماہ تنخواہ نہیں ملتی اور انھیں قرض لے کر اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھرنا پڑتا ہے، یہاں بھی ابتری کے وجوہ میں سب سے بڑی وجہ مالی کمزوری ہے، چونکہ یہ ادارے گورنمنٹ کی گرانٹ کے علاوہ طلبہ کی فیس اور قوم کے مخیر امراء کے چندے سے چلا کرتے تھے، اب گورنمنٹ کی گرانٹ ملے یا نہ ملے، لیکن جہاں تک فیس کی آمدنی اور چندوں کا سوال ہے، ان میں اتنی کمی آگئی ہے کہ ان اداروں کی ترقی تو در کنار بقا بھی دشوار ہے، ان اداروں کی ابتری اور زوال کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ اپنی افادیت کھو چکے ہیں، ان

اداروں میں ۹۰ فیصدی طلبہ ملازمت کے لیے تعلیم پاتے تھے، اب چونکہ ان پر اعلی اور ادنی ملازمتوں کے دروازے قریب قریب بند ہیں، تو ان اسکولوں میں تعلیم کیوں حاصل کی جائے؟ یہ سوال رہ رہ کر پیدا ہوتا ہے، دو تین سال پہلے تک تو یہ یہ سلسلہ رہا کہ طالب علم تعلیمی ڈگری کرتے ہی پاکستان کا رخ کرتا تھا، وہاں اسے ملازمت ملے نہ ملے، مگر اسے یہاں ہر طرف ایسی مایوسی دکھائی دیتی ہے کہ مجبوراً ہجرت کر جاتا ہے، اب یہ سلسلہ بھی قریب قریب بند ہو چکا ہے، کیوں کہ وہاں نوواردوں کے لیے "نو ویکنسی" کا بورڈ ہر جگہ آویزاں دکھائی دے رہا ہے، اور یہاں تو کثیر مصارف اور شب و روز کی مشقت کا نتیجہ بے کاری اور پریشانی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے، ان حالات میں تعلیم کے نام پر کچھ ہی دنوں یہ مشغلہ بے کاری رہ سکتا ہے، آگے ہر قسم کے تجربوں کے بعد اس کے بقاء کی کوئی صورت سمجھ نہیں آتی۔

پرائمری اسلامیہ مدارس و مکاتب : لوکل بورڈ کے ماتحت یا نجی مکاتب جن کے ذریعہ نوشت و خواند کے علاوہ ابتدائی دینی تعلیم ہو جاتی تھی وہ بڑی تیزی سے ختم ہوتے جا رہے ہیں، کیوں کہ ان مکاتب میں جو حفاظ یا میاں جی صاحبان معمولی تنخواہوں پر کام کرتے تھے، اب اپنی گزران کی صورت نہ دیکھ کر اس مشغلہ کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں، اس کے علاوہ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جبری تعلیم کی اسکیموں کی وجہ سے بیسک اسکولز کا جال پھیلتا جا رہا ہے، جبری تعلیم کے حلقوں میں ٦ برس سے ١١ برس تک کے بچوں کو معیاری تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، لہذا

اس اسکیم کی وجہ سے رفتہ رفتہ تمام مکاتب کا ختم ہو جانا یقینی ہے، عام۔ مسلمانوں کے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم کا سلسلہ کیسے جاری رہے گا اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

مستقبل

پس چہ باید کرد: روشن ماضی کے بعد حال کی تاریکی کا منظر میں نے اس لیے نہیں پیش کیا کہ رنج و تاسف بڑھے اور مایوسی کچھ زیادہ ہو جائے، بلکہ اس لیے کہ صحیح صورت حال سامنے آ جانے کے بعد مستقبل کے لیے صحیح پروگرام بنانا آسان ہو، اس مسئلہ میں کچھ مزید کہنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج مسلمانوں کے تعلیمی مسائل اتنے سہل نہیں کہ محض اخباری بیانات، چند کانفرنسوں یا کسی نصاب کے تیار کر دینے سے حاصل ہو جائیں، بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ ملک کے روشن خیال حضرات دنیا و دین کے علوم سے دلچسپی رکھنے والے کچھ لوگ تمام مشاغل سے الگ ہو کر اسی ایک عظیم مقصد کے لیے اپنے آپ کو مٹا دیں اور جس طرح ہمارے اکابر نے تن من دھن کی بازی لگا کر ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی مہم کو عملاً کامیاب کیا، اسی طرح کام کرنے والے یہ نعرہ لگا کر کام شروع کر دیں کہ

"یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید"

سر دست تو یہ بہت ہی مشکل ہے کہ ہم کوئی ایسی جامع تعلیمی تحریک شروع کریں جو ملت کے مجموعی مفادات پر مشتمل ہو، یا کوئی ایسا جامع ادارہ قائم کریں جو ایک طرف عالم اسلام کو عالمگیر کرنے میں غزالی اور رازی کی بنیاد کر سکے دوسری طرف مادی ترقیوں میں صحیح رہنمائی کر سکے ، قدرتی خزانوں اور سائنسی ایجادات کو اسلامی کی راہ و تعمیر میں لگا سکے، اس لیے میں چند ایسے مشوروں کے پیش کر دینے پر قناعت کروں گا کہ اگر ان پر عمل کیا گیا تو نہ صرف یہ کہ ہمارا صد سالہ تعلیمی نظام محفوظ رہ جائے گا بلکہ خدائی رحمت سے امید ہے کہ اس کی افادیت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

عربی مدارس: عربی مدارس کی بقاء اور ترقی کے لیے پانچ امور کی طرف توجہ بے حد ضروری ہے۔

اول: پچھلے دور کی طرح بیرونی طلباء پر عربی درجات کو موقوف نہ رکھا جائے بلکہ پوری کوشش کی جائے کہ عربی درجات میں مقامی طلبہ زیادہ سے زیادہ داخل ہوں، اب تک عموماً یہ طریقہ رہا ہے کہ عربی کے ابتدائی درجات یعنی ناظرہ، اردو، فارسی میں تو آپ کو مقامی طلبہ ضرور نظر آئیں گے، مگر عربی کے درجات بیرونی طلبہ سے بھرے دکھائی دیں گے جن کے طعام و قیام کا انتظام بھی مدرسوں کو کرنا پڑتا ہے یا وہ مسجدوں میں امامت اور مؤذنی کر کرے زندگی گزارتے ہیں، طلبہ چند روز کے مہمان ہوتے ہیں یہ تو فارغ ہو کر چلے گئے اور ساتھ ہی مدرسہ کے فیوض بھی اپنے ساتھ

ہی لیتے گئے، شہر اور مدرسہ کے لوگوں نے حسبۃً للہ مدرسہ اور طلبہ کے ساتھ ہمدردی کی، کچھ مالی مدد بھی کر دی، مگر خود ان کے بچے عربی علوم کے فیوض سے یکسر محروم رہے، اسی لیے ان میں مدرسہ کی حفاظت اور علوم عربیہ کی ترقی کی فکر بھی نہیں پیدا ہوتی ہے اور عربی زبان اور عربی مدارس کی عظمت وضرورت کا احساس نہیں ہوتا ہے، اور جب یہ احساس ہی نہیں تو وہ ان مدرسوں کی مالی امداد کیوں حصہ لیں؟ اور اپنے بچوں کو عربی تعلیم کے لیے کیوں بھیجیں؟ انھیں وجوہ سے عموماً ہمارے مدارس عربیہ کا حال یہ رہا ہے کہ مدرسہ تو ہے نیپال کی ترائی کے کسی گاؤں ''گلہریا'' یا ''کھر گو پور'' میں اور اس کے آباد کار ہیں بنگال، بہار یا دوسرے صوبوں کے چند طلبہ، اور اس کے مصارف کے لیے بمبئی، کلکتہ اور رنگون جیسے شہروں میں چندہ مانگا جا رہا ہے، اب یہ صورت حال باقی نہیں رہ سکتی اگر عربی مدارس کو اپنا وجود باقی رکھنا ہے تو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ مقامی طور پر علم دین کا شوق اور عربی زبان کا ذوق پیدا کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ مقامی طلبہ پڑھیں اس سے شہر میں ایسی فضا پیدا ہوگی کہ لوگ مدرسہ کے استحکام میں بھی دلچسپی لیں گے۔

اس کا عملی طریقہ جو تجربہ میں کامیاب ثابت ہو چکا ہے یہ ہے کہ ابتدائی درجات میں ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم اس نصاب کے ذریعہ دی جائے کہ بچے ناظرہ پڑھتے پڑھتے عربی زبان قرآن پاک کا ترجمہ اور عربی قواعد سے بہت کچھ مانوس ہو جائیں جو بچے اس طرح قرآن ناظرہ پڑھ لیتے ہیں کی الحمد للہ سے والناس تک ایک ایک آیت کا ترجمہ بھی کر لیتے ہیں ان میں کم از کم ۲۵

فیصدی کی عربی زبان پوری طرح سیکھنے اور عربی علوم کی تکمیل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، پرائمری اسکولوں میں چل کر یہی طلبہ عربی درجات میں داخل ہوں گے، اس طرح عربی داں طلبہ کی تعداد زیادہ ہو گی اور وہ عموما مقامی ہوں گے لہذا محض بیرونی طلبہ عربی تعلیم کا دارو مدار نہ رہے گا، بلکہ علوم عربیہ سے مقامی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچے گا اور ان کو مدرسہ سے دلچسپی بھی ہو گی اور پھر مالیات کے لیے زیادہ پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی۔

<u>دوم:</u> عربی پڑھانے کے لیے طلبہ کی اچھی طرح جانچ کی جائے اور صرف ذہین، شوقین، محنتی اور صالح طلبہ کو عربی پڑھائی جائے، آج عربی درجات قائم رکھنے کے لیے یا اپنے ہاں طلبہ کی تعداد زیادہ دکھانے کے لیے عموما دینی مدرسےہ اس لڑکے کو داخل کر لیتے ہیں جو عربی کا طالب علم بن کر آئے خواہ اس میں یک مضمون پڑھنے کے بھی استعداد نہ ہو لیکن نصاب کے موافق صرف، نحو، ادب، منطق، فلسفہ کئی کئی مضامین کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے، اپنی بے استعدادی کی وجہ سے وہ بغیر عرق گردانی تو ضرور کر لیتا ہے لیکن اسے آتا جاتا خاک نہیں اس لیے بیت زیادہ توجہ اس طرف کرنی چاہئے کہ ذی استعداد طلبہ داخل کیے جائیں، کسی مدرسے میں دس اچھے طلبہ ہوں یہ اس سے بہتر ہے کہ سینکڑوں کی بھیڑ جمع کو جائے اور ان میں کام کا یک بھی نہ ہو۔

<u>سوم ہر</u> عربی مدرسہ کو اپنے حساب سے معیار تعلیم معین کر لینا چاہیے، تمام مدارس میں پورے درس نظامیہ یا درجہ تکمیل تک تعلیم نہیں دی جا سکتی، لیکن عموماہ مدرسے کی کوشش یہی ہے کہ

وہ چار طلبہ دورہ حدیث کے جمع کر کے اپنے دارالعلوم یا جامعہ یا یونیورسٹی ہونے کا اعلان کرے، اس قسم کی ذہنیت اور سعی سے تمام عربی مدارس اور علوم عربیہ کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے اس لیے گورنمنٹ کے نصاب تعلیم کی طرح عربی مدرسوں کو تین گروپ میں تقسیم کر دینا چاہیے۔

اول: وہ عربی مدرسے جن میں ابتدائی جماعت سے لے کر درجات فارسی، درجات ترجمہ قرآن اور درجہ شرح وقایہ تک کی تعلیم دی جائے۔

دوم: وہ عربی مدرسے جن میں ہدایہ اور مشکوۃ شریف اور شرائط دورہ تک تعلیم دی جائے۔

سوم: وہ عربی مدارس یا دارالعلوم جن میں ابتدا سے اعلی علوم اور دورہ حدیث و درجات تکمیل تک تعلیم دی جائے۔

چہارم:- قدیم نصاب کے تمام ضروری مضامین بقدر ضرورت باقی رکھ کر ایسے کا اضافہ ضروری کرنا جن کی وجہ سے ہمارے علماء موجودہ دنیا اور اس کے رجحانات کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور اسلام کے پیغام کو حکمت کے ساتھ دنیا میں عام کر سکیں۔

پنجم: سخت ضرورت ہے کہ عربی معلمین اور مدارس عربیہ کے اساتذہ کرام کو طریقہ تعلیم سکھانے کے لیے کوئی مرکز قائم کیا جائے تا کہ عربی مدرسوں کے لیے اچھے قابل اور تعلیم کے ماہر مدرسین دستیاب ہو سکیں، آج حالت یہ ہے کہ ایک طرف فارغ التحصیل علماء کی کثرت ہے تو دوسری طرف معقول مدرسین عنقا ہو رہے ہیں، نئے نئے فارغ التحصیل علماء جو تدریس کے کام پر

لگائے جاتے ہیں ان سے عربی علوم کی اشاعت وترقی کے بجائے نقصان پہنچ رہا ہے کیونکہ عموماً استعدادناقص پھر طریقہ تعلیم سے ناواقفیت مزید بر آں ان بدذوق طلبہ کو تعلیم دینا نتیجہ یہ ہے کہ بڑی تیزی علم ختم ہورہا ہے، اگر یہی لیل ونہار ہی قتل اس ملک میں عربی علوم کا اللہ حافظ۔

مجھے ۳-۴سال سے اس ضرورت کا سخت احساس ہے، مگر کام اپنے بس کا نہیں ہاں اگر دارالعلوم دیوبند سے ہمارے مخدوم مولانا محمد طیب صاحب، ندوہ سے مولانا ابوالحسن علی صاحب، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حبیب الرحمن صاحب (پرنسپل ٹریننگ کالج) اور جامعہ ملیہ سے سعید انصاری صاحب (پرنسپل ٹریننگ کالج) اس ناچیز کی مدد فرمائیں تو "مدرسۃ المعلمین" کے بارے میں ضرور کوشش کرے گا۔

اسلامیہ اسکول اور کالجز: اسلامیہ اسکول اور کالجوں میں چونکہ گورنمنٹ کا منظور شدہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، اور ایجوکیشن بورڈ کے مطابق ان کا نظام عمل ہوتا ہے، لہذا ان کے نظام میں ہم کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتے، لیکن دو باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کی طرف پوری توجہ کر کے کامیاب بنایا جائے تو ہمارے یہ ادارے ملت کے لیے بہت سود مند ہو سکتے ہیں، یہ دونوں کام ہمارے سطحی ذوق کو دیکھتے ہوئے مشکل ہیں، مگر ہمت والے ہر مشکل کا آسان کر لیتے ہیں، ملک کا ہر طبقہ گورنمنٹ کے اداروں کی موجودگی میں اگر گورنمنٹ کے قواعد کے مطابق کچھ اپنے ادارے قائم کرتا ہے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ خود اس طبقہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو،

اسی لیے گورنمنٹ کے اداروں کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف فرقوں اور ذاتوں کے الگ الگ اپنے ایسے ادارے بھی ہیں، مسلمانوں نے بھی اپنے مفاد کے پیش نظر اپنے ادارے قائم کر لیے غرض یہ تھی کہ ان اداروں کے ذریعہ ہم اپنی مذہبی و ملی خصوصیات کو باقی رکھتے ہوئے ترقی کے میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں، تاکہ ہمارے بچےایک طرف اسلام کے مخصوص شعائر و فرائض سے آگاہ رہیں، دوسری طرف ترقی کے میدان میں فارغ البالی اور عزت کے ساتھ گذران کر سکیں، اس غرض کو بروئے کار لانے کے لیے سو باتیں عرض کرنی ہیں۔

(۱) تعلیمی پروگرام ایسا بنایا جائے کہ اس میں ایک پیریڈ تعلیم قرآن کے لیے مقرر کیا جائے اور یہ تعلیم قرآن اس طریقہ پر دی جائے کہ مسلمان بچوں کی تین ضرورتیں سے پوری ہو سکیں۔

الف قرآن پاک کے ذریعہ دین کی تمام بنیادی باتوں کا علم ہو جائے، اور اصل دین طلبہ کے دل و دماغ میں اتر جائے۔

ب: عربی زبان سے مع قواعد کے اچھی مناسبت ہو جائے۔

ج: اردو میں اتنی قابلیت پیدا ہو جائے کہ اردو کی اعلی سے اعلی کتاب بلا تکلف پڑھ سکے۔

(۲) جو طلبہ اعلی درجہ کے ذہین اور ہر لحاظ سے بہت باصلاحیت ہوں انھیں کو یونیورسٹی کی تعلیم کے لیے منتخب کیا جائے، تاکہ مقابلہ کے امتحانات اور اعلی ملازمتوں میں اپنی قابلیت کی وجہ سے کامیاب ہو سکیں، اس کے علاوہ جتنے طلبہ ہیں ان میں تجارتی و زراعتی کاموں کا پورا ذوق پیدا کیا

جائے، تاکہ وہ سکنڈری اسکول سے سرٹیفکیٹ لے کر ملازمت کی تلاش میں سرگرداں نہ ہوں، بلکہ اسکول سے ماہر کاریگر، کامیاب تاجر، اچھے کاشتکار بننے کا عزم لے کر نکلیں ہمارے طلبہ میں اگر یہ ذہنیت پیدا ہو گئی تو ان شاء اللہ یہ برے دن پھر جائیں گے، ملازمت کے دروازے طلبہ پر بند ہو سکتے ہیں، مگر کاریگروں، تاجروں اور کاشتکاروں پر رزق کے دروازے نہیں بند ہو سکتے، کاش کہ ہمارے اسلامی اداروں کے منتظمین ان دونوں مشوروں کو قبول کر کے ان پر عمل شروع کر دیں تو ہمارے نونہالوں کی زندگی کامیاب ہو جائے ایک طرف قرآنی تعلیمات ان کے اخلاق و کردار کو اتنا بلند کر دے گی کہ دنیا ان کی عزت و عظمت کرنے پر مجبور ہو جائے گی، دوسری طرف طاری وسائل رزق کو ہاتھ میں لے کر اتنی خوش حال ہو جائیں گے کہ غریب اور دکھیاری دنیا کو خوش حال بنانے میں اہم حصہ لے سکیں گے۔

ابتدائی مدارس و مکاتب: جبری تعلیم کے زمانہ میں بنیادی مذہبی تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، کیونکہ سرکاری تعلیم کی طرح اگر ہمارے بچوں میں مذہبی تعلیم عام نہ ہو گی تو کچھ دنوں میں وہ برائے نام مسلمان رہ جائیں گے، ورنہ عقیدہ و فکر، اخلاق و اردات کے لحاظ سے انھیں اسلام سے دور کا لگاؤ بھی نہ ہو گا، اس لیے یہ مسئلہ ہمارے غور و توجہ کا زیادہ مستحق ہے، اس سلسلہ میں چار امور بہت زیادہ محتاج توجہ ہیں۔

(۱) ایسے دینی میں سرکاری بنیادی تعلیم کا نصاب منظور کر کے محکمہ تعلیم سے مکتب کو تسلیم کرا لیا جائے، تا کہ وہاں کے جبری تعلیم سے مستثنیٰ قرار دیے جاسکیں اور آپ ان کو مکتب کے اچھے ماحول میں رکھ کر بنیادی تعلیم بھی دے سکیں، ساتھ ہی ان کو بقدر ضرورت ان کی دینی تعلیم اور اسلامی تربیت کا انتظام بھی کر سکیں۔

(۲) اگر مسلمان اپنے مستقل مکتب نہ کھول سکیں تو صبح و شام کو تعلیمی حلقوں کا انتظام کریں، ان میں ہر جماعت کو کم از کم ایک گھنٹہ تعلیم دی جائے، آدھ گھنٹہ قرآن پاک کی تعلیم اور آدھ گھنٹہ میں اردو میں دینیات پڑھائی جائے قرآن کی تعلیم اس طریقے سے دی جائے کہ بچے کو عربی زبان اور قرآنی مضامین سے مناسبت ہو جائے اور دینیات کی تعلیم کے لیے ایسی کتابیں منتخب کی جائیں کہ جو مختصر اور سہل ہونے کے ساتھ پر از معلومات ہوں۔

اس سلسلہ میں جمعیت علماء ہند نے جو کورس تیار کیا ہے وہ بہت مفید ہے۔

(۳) اگر مکاتب یا حلقے قائم نہ ہو سکیں تو جو بچے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ان کے ورثاء و معلمین کو توجہ دلائی جائے کہ صرف الفاظ پڑھانے پر قناعت نہ کریں، بلکہ اس نصاب کے مطابق قرآن پڑھائیں کہ قرآن ہی سے دین کی باتوں کا علم کو جائے، کم از کم ایمانیات، اوامر و نواہی، نماز میں پڑھی جانے والی سورتیں اور دعائیں مع ترجمہ ان کے علم میں آجائیں۔

(۴)اس سلسلہ میں اگر ہمارے اکابر سعی فرمائیں تو امید ہے کہ اس سے بہت نفع ہو، ابتدائی تعلیم کے لیے گورنمنٹ کی جو اسکیمیں ہیں جن کی بنا پر مکاتب ٹوٹتے چلے جاتے ہیں، ان میں تھوڑی سی ترمیم کرالی جائے اور یہ کہ جہاں بھی مسلمانوں کے اپنے مکاتب ہیں گورنمنٹ ان کو توڑنے کے بجائے ان کی اصلاح کرنے کی طرف متوجہ ہو، ان کی امداد میں کچھ اضافہ کر کے بنیادی تعلیم کا پورا کورس اس میں داخل کر دے، ان میں مدرسین ٹرینڈ مقرر کیے جائیں تا کہ بنیادی تعلیم اچھی طرح دی جاسکے اور ساتھ ہی بقدر ضرورت اس میں مذہبی تعلیم بھی ہوتی رہے، اس طرح گورنمنٹ کی اسکیم بھی کامیاب ہو گی اور مذہبی تعلیم کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی، گو اس طریقہ پر ابھی بہت سے مکاتب میں کام ہو رہا ہے مگر یہ اب پرانے ایجوکیشن کے مطابق مکاتب اسلامیہ کے اسکیم کے سلسلہ میں ہے، بنیادی جبری تعلیم کی اسکیم تو ابھی چند سالوں سے جاری ہوئی ہے، ضرورت ہے کہ اس تعلیم کے ساتھ مکاتب کو ہم آہنگ کیا جائے اس ترمیم کو منظور کرنے میں گورنمنٹ کا بھی نفع ہے، کیونکہ مکاتب کے پورے خرچ کی وہ ذمہ دار ہو گی بلکہ اس سے کچھ مدد ملے گی، بقیہ اخراجات منتظمین مکاتب خود برداشت کریں گے، اس طرح گورنمنٹ پر مصارف کا بوجھ کم پڑے گا اور اس کی تعلیمی اسکیم بھی کامیاب ہوتی جائے گی۔

مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ایک اور آخری بات، ضروری مشورے پیش کر چکا، لیکن ان مشوروں پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کے لیے فنڈ کی ضرورت ہے، پرجوش اور حوصلہ مند

حضرات اپنی اپنی جگہ ان مشوروں کے مطابق کام کرنے لگیں، مفر عام حالات ایسے نہیں کہ پوری قوم میں ان کو عملی جامہ پہنایا جاسکے جب تک مالیات کا مسئلہ حل نہ ہو، اس کے حل کے لیے ضرورت ہے کہ ہندوستان بھر کے اوقاف کو متولیوں کے دست برد سے بچا کر ان کی آمدنی حسب منشا واقف قوم کے تعمیری کاموں اور مذہبی تعلیم میں لگائی جائے، اوقاف کی اصلاح کے بعد مالیات کا مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔

بیاد گار حضرت مولانا محمد احسان الحق قدس سرہ العزیز

متہم اوّل جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ

الاحسان اکیڈمی، بہرائچ

الاحسان اکیڈمی، بہرائچ ایک تحقیقی و تصنیفی ادارہ ہے۔ جس کے اغراض و مقاصد یہ ہیں۔

۱۔ نسل کو اکابر و شخصیات بہرائچ سے متعارف کرانا۔

۲۔ شخصیات بہرائچ کی سوانح حیات پر علمی و تحقیقی کام انجام دینا۔

۳۔ اہم علمی نوادرات، مختلف موضوعات پر اکابر (خصوصاً اکابرین بہرائچ) کے ذریعے لکھی گئی قدیم کتب کی جدید اشاعت کرنا۔

۴۔ اکابر کی اہم علمی و تحقیقی کتابوں کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرانا۔

نوٹ

اکیڈمی اپنی خدمات، اور سرگرمیاں انٹرنیٹ کی وساطت سے متعارف کرانے کا بھی نظم کرے گی۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

الاحسان اکیڈمی بہرائچ

Al-Ehsan Academy Bahraich

۱۴۴۲ھ

۲۰۲۰ء